Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN Online 2790-9972 ISSN PRINT 2958-0005
VOL 4, Issue 4
dareecha.tahqeeq@gmail.com www.dareechaetahqeeq.com

عبدالخالق
ایم۔فل اُردو، یونیورسٹی آف سندھ
محمداحمداعوان
پی۔ایچ۔ڈی اسکالر اُردو، یونیورسٹی آف سندھ

شوکت صدیقی کے ناولوں میں عورت کا تصور

Abdul Khalique
M. Phil Urdu, University of Sindh, Jamshoro
Muhammad Ahmed Awan
Ph. D Scholar Urdu, University of Sindh, Jamshoro

The Concept Of Woman In Shaukat Siddiqui's Novels

Shaukat Siddiqui has given special priority to woman's issues in his novels. Like other progressive writers, he has strongly condemned oppression of woman. He is the bearers of enlighten. He considers woman as victims of double exploitation. On the one hand, women are oppressed due to customs and superstitions. On the other hand, men are exploited due to social superiority. In his novel "Khuda ki Basti". He presents the true picture of this unpleasant process. Sultana, the character of this novel, is similarly oppressed. Shaukat Siddiqui in his novel "Janglos" highlights the percy of a woman in the feudal system. In the novel "Janglos", there is only a married woman ,Shadan, who seems to be active against this cruel system. A woman is a useful tool for a man through which the hardships of his life are reduced.

Key words: Shaukat Siddiqui, "Khuda ki Basti", "Janglos", Istehsal, Aurat.

کلیدی الفاظ: خدا کی بستی، جنسی استحصال، کسمپرسی، قتل

شوکت صدیقی نے قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے عصری مسائل کو اپنے ناولوں میں کلیدی اہمیت دی ہے۔"خدا کی بستی"میں نو تشکیل پاکستانی معاشرہ خصوصاً شہری ماحول و معاشرے کی زندگی اور اس کی سچائیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ عورت کے بارے میں بیشتر ترقی پسندوں کی طرح شوکت صدیقی بھی ایک خاص تصور رکھتے ہیں وہ عورت کو دوہرے استحصال کا شکار سمجھتے ہیں۔ایک طرف عورت رسم و رواج اور توہم پرستی کی وجہ سے استحصال کا شکار ہوئی، جبکہ دوسری طرف مرد کی سماجی برتری کے باعث شوکت صدیقی اپنے ناولوں میں اپنے عہد کی سچی تصویر کشی کرنے میں اپنے مشاہدے اور مطالعے کا غیر معلولی ثبوت دیتے ہیں۔ وہ ایسے ماحول کی تصویر کشی کرتے ہیں جس میں اقتصاری، معاشی اور ذہنی استحصال کے ساتھ ساتھ جنسی استحصال کی مکروہ اور گندی تصویر ابھرتی ہے۔ جہاں نوجوان لڑکی کو اپنے ہوس کا شکار بنانے کیلئے اس کی ماں سے شادی کر کے اسے زہر کے انجکشن لگوا کر قتل کیا جاتا ہے تاکہ اس کی نوجوان بیٹی تک رسائی ہو سکے۔ خدا کی بستی، میں اس نوجوان لڑکی سلطانہ کے بارے میں پروفیسر علی احمد کی یہ سوچ حقیقت پر مبنی ہے۔

"علی احمد سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ واقعی یہ لڑکی بڑی مصیبت زدہ ہے وہ ربڑ کی گیند کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ جا کر گر رہ تھی۔اور ہر جگہ اس پر ٹھوکر لگائی جا رہی تھی۔ یہ عجیب معاشرے ہے جہاں عورت ربڑ کی گیند اور خوبصورتی چوری کا مال بن جاتی ہے۔"(1)

معاشرے میں شوہر کی عدم موجودگی عورت کے مصائب میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ جس کی مثال سلطانہ کی ماں ہے۔ جو تیس بتیس سال کی ایسی بیوہ ہے جس کا دکھوں نے حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ معاشرے اسے بچوں کی ماں کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک عورت کی حیثیت سے دیکھتا ہے۔ ایسے میں اسلام بیوہ کو دوسرے نکاح کی اجازت دے کر اسے

تحفظ فراہم کرتا ہے لیکن اس بیوہ کی اگر پہلے سے کون جوان بیٹی بھی موجود ہو تو اسے اس کے سوتیلے باپ سے تحفظ فراہم کرنا زیادہ مشکل ہو گا۔ شوکت صدیقی نے اپنے ناولوں میں عورتوں کے مسائل اوران کی سماجی حیثیت کی وضاحت کی ہے۔ خصوصاً اپنے ناول "جانگلوس" میں وہ جاگیر دارانہ نظام معاشرت میں عورت کی کسمپرسی کو اجاگر کرتے ہیں۔ان کے ناولوں میں عورت کو اپنے موجودہ حالات سے نبرد آزما ہونے یا اپنے بیداری کی کوئی واضح سمت دکھائی نہیں دیتی۔ "جانگلوس" میں صرف شاواں ایسی عورت کے روپ میں سامنے آتی ہے۔ جو فعال ہے، بلکہ ان کے ہاں عورت شاواں کے روپ جس کالی ماتا کا روپ دھارتی ہے۔

"عورت نے لالی کو سرخ سرخ آنکھوں سے گھور کر دیکھا اور پاگلوں کی طرح سینے پر ہاتھ مار کر بولی "اسے میں نے قتل کیا ہے اسی چھری سے کیا ہے "اس نے خون میں ڈوبی ہوئی چھری لالی کے سامنے کر دی۔ پھر اس نے لالی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ "یہ بھی پچھ کون ہے؟ اس نے قدرے توقف کیا" یہ میرا نار ہے"(2)

شوکت صدیقی کے ہاں عورت دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر عقل و خرد کو خیر باد کہہ کر بڑے سے بڑا قدم اُٹھا سکتی ہے۔ تو اس کی مرضی کے بغیر کوئی مرد اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ لیکن جس مرد کے سامنے وہ گردن جھکاتی ہے۔ جب وہی اس کی نیلامی پر کمر باندھ لے تو اس کے پاس سوائے گھٹنے ٹیک دینے کے اور کوئی راستہ نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ جاگیرداروں کے ہاں جو سرکاری افسر دوست احباب وغیرہ آتے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے زمیندار، پولیس، آفیسر، بیوروکریٹ شامل ہیں۔ وہ نہ صرف شراب و کباب سے لطف اندوز ہوتے ہیں بلکہ انہیں اپنی خلوتوں میں رنگینیاں بھی سمیٹنی ہوتی ہے۔ ان کے لیے یہی عورتیں کام آتی ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب ان جاگیرداروں کے بیٹے جوان ہوتے ہیں تو بد معاشی کیلئے بازار حسن کا رخ کرتے ہیں۔ وہاں سے نہ صرف بیماریاں لے کر آتے ہیں، بلکہ بدنامی بھی ہوتی ہے۔ ان عورتوں کی وجہ سے ان کی یہ خواہشات گھر ہی میں بطور احسن پوری ہو جاتی ہیں۔ بلکہ انہیں شادی سے پہلے اس لیے بھی ان عورتوں کے پاس بھیجا جاتا ہے تاکہ انہیں پتہ چل سکے کہ شادی کیا ہوتی ہے۔

کبھی کبھی اپنے مطلب کیلئے یہ زمیندار اور جاگیردار اپنی بیویوں سے بھی وہ کام لیتے ہیں۔ جن کے لیے کوئی باضمیر شخص سوچ بھی نہیں سکتا۔ مثلاً "جانگلوس" میں حیات محمد خان کی بیوی ناصرہ اپنے شوہر کے متعلق بتاتی ہے۔

"وہ چاہتا ہے کہ میں اس کے مہمانوں کا دل بہلاؤں، ان کے ساتھ سوؤں، میں اب تک آٹھ مہمانوں کے ساتھ سو چکی ہوں۔ کل رات وہ مجھے نویں کے ساتھ سلانا چاہتا تھا۔ اسے وہ سیاست کہتا ہے۔ بادشاہ گری بناتا ہے۔ جب وہ اسکی اس سیاست اور بادشاہ گری میں مدد کرنے سے انکار کرتی ہوں۔ تو وہ مجھے بے رحمی سے مارتا ہے۔"(3)

ناصر پڑھی لکھی اور خاندانی جاگیردار کی بیٹی ہونے باوجود حیات خان سے طلاق نہیں لے سکتی، بقول اس کے

"ہمارے خاندان کے کسی زنانی نے آج تک طلاق نہیں لی۔ جس کے ساتھ ایک بار وہاں ہو گیا۔ ساری زندگی اسی کے نام پر کاٹ دی۔ میں نے کاغذ لکھوایا تو خاندان کی ناک کٹ جائے گی۔ میری بچی کا مستقبل خراب ہو جائے گا۔ سب کہیں گے طلاکن کی دھی ہے۔"(4)

جاگیرداری نظام میں نہ صرف بیوی شوہر کی محبت سے محروم رہتی ہے۔ بلکہ بیٹی بھی باپ کی شفقت حاصل نہیں کر پاتی۔ یہاں جائیداد کی تقسیم کو روکنے کیلئے بیٹیوں کا نکاح قرآن پاک سے پڑھا دیا جاتا ہے۔ اور جب انہیں سڑیا کے دورے پڑیں تو جن بھوت کا آسیب بتاتے ہیں۔ یہ عزت دار طبقہ طلاق کو بہت سمجھتا ہے۔ مگر اپنی بیٹی کے ذریعے کسی افسر سے کام نکلوانے کو عزت سے زندگی بنانے کا گر سمجھتے ہیں۔ جس کی مثال نواب صرف نواب کی بیٹی گیتی آرا ہے جو اپنے باپ سے پوچھتی ہے۔

"ابا حضور! آپ آخر مجھے کس کس کے پاس بھیجیں گے؟ آپ کے حکم پر محکمہ بحالیات کے کمشنر کے بنگلے پر چلی گئی۔ آپ کا اتنا بڑا کلیم منظور کروایا۔ تصدیق کیلئے کاغذات ہندوستان بھی نہیں بھیجے گئے۔ سب کچھ آپکی مرضی کے مطابق ہو گیا۔ نواب فخرو کے لہجے میں عاجزی اور رقت پیدا ہو گئی۔ بیٹی تم اپنے بوڑھے باپ کی مدد نہیں کرو گی"۔(5)

اس سماج میں جوان مرد اپنی بیوی کے ذریعے اور بوڑھا اپنی بیٹی کے ذریعے کام نکلواتا ہے۔ شوکت صدیقی کے ہاں عورت، بہن، بیوی، بیٹی کے روپ میں سامنے نہیں آتی۔ بلکہ شروع سے آخر تک صرف عورت ہی رہتی ہے۔ اور مرد خواہ امیر ہوں یا غریب سب کی عورت کیلئے پیاس یکساں ہے۔ ایک غریب دیہاتن بختاور اپنے متعلق بتاتی ہے۔

"جب میرا وہاں ہوا تو سکندر چودہ سال کا چھوہرا تھا۔ اور میں سولہ سال سے بھی اوپر کی ہو چکی تھی۔ وہاں کے وکھت پوری جوان تھی۔ پہلے پیونے جورو بنا کر رکھا۔ ضیر دونوں نے چچا اتنا بڑھا ہو گیا پر اب بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا۔"(6)

عورت بطور بیوی غریب کے ہاں اس کی عزت نہیں بلکہ اس کا بازو کہلاتی ہے۔ اس لیے عزت کیساتھ غیرت کا جو تصور سامنے آتا ہے۔ انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ایک غریب کا یہ مسئلہ نہیں کہ اس کی بیوی کتنا عرصہ زمیندار کے بستر پر سوئی یا اس سے اس کے کتنے بچے ہوئے، عزت کا معیار غریب نوردین کے نزدیک یہ ہے۔

"گھر والی مرد کا بازو ہوتی ہے۔ ایسے ہی جیسے کیلئے ہل، یہ عزت آبرو کیا ہوتی ہے۔ پیٹ بھر کھانے کو نہ ملے تو کیسی عزت اور کہاں کی آبرو۔"(7)

شوکت صدیقی کے ہاں عورت مرد کیلئے ایک ایسا مفید آلہ ہے۔ جس کے ذریعے اس کی زندگی کی مشقت قدرے کم ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی یہ آلہ چرالے جائے تو وہ کوششیں کرتا ہے کہ وہ دوبارہ مل جاتے۔ وہ اس کے ساتھ عزت اور غیرت کے جذبات منسلک نہیں کرتا۔ اس لیے "جانگلوش" میں ماجھے کی بیوی جب شاہ جی کے رکھیل بن کر اس کے تین بچے پیدا کرتی ہے۔ تب بھی ماجھا اسے واپس لانے کیلئے بے چین ہے۔ اس لیے نہیں کہ اسے اپنی بیوی سے عشق ہے۔ بلکہ اس لیے کہ وہ اس کی ضرورت ہے۔

"وہ میرا بازو ہے۔ اس کے جانے کے بعد بھی تباہ ہو گیا۔ گھر میں بوڑھی ماں ہے۔ اسے بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ صبح سویرے ڈھور ڈنگروں کا پٹھا اور دتھا کون کرے۔ روٹی پکا کر دوپہر کو کھیت میں مجھے بھتا کون پہنچائے۔ چاٹی میں دودھ بلو کہ مکھن کون نکالے۔"(8)

شوکت صدیقی کے ہاں عورت اپنی معاشی مجبوریوں کے زیر اثر مرد کے سامنے بے بس ہے۔ اور مرد کے سامنے بے بس ہے۔ اور مرد اس کی بے بسی کا پورا پورا فائدہ اٹھاتا ہے مردانہ سماج میں آج بھی عورت سیاسی، سماجی اور مذہبی حقوق سے محروم ہے۔ وہ اپنے ہی ملک میں دوسرے درجے کی شہری ہے، اگر یہ عورت اپنے حقوق کی بات کرتی تو سیاسی اور مذہبی ایوانوں میں زبردست زلزلہ آجاتا ہے۔ اور مذہبی طبقہ اسے جہنم کی آگ سے ڈراتا ہے۔ اسے حقوق دینے کی بجائے جیلوں میں بند کر دیا جاتا ہے اور ان کی زبانوں پر قانون کے بڑے بڑے تالے چڑھا دیئے جاتے ہیں۔ مردوں کی آپس کی چپقلش میں عورت کو برہنہ ہو کر بازاروں میں گھومنا پڑتا ہے۔ کہیں اس کے پاؤں میں روایت کی بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں، کہیں اس کا نکاح قرآن سے کیا جاتا ہے۔ اور کہیں اسے زبردستی اپنے گھر بار اور بچوں سے جدا کر کے کسی وڈیرے کے حرم میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اپنے انفرادی سے محروم اس عورت کی عکاسی شوکت صدیقی کے ہاں خوب ہوئی ہے۔

حواشی

(1) فضل کریم فضلی، "سحر ہونے تک "مکتبہ اُردو ڈائجسٹ، لاہور، 1989ء، بار اول، ص 104

(2) شوکت صدیقی "خدا کی بستی "آئینہ ادب، لاہور، 1988ء، بار سوم، ص 12، 13

(3) شوکت صدیقی، "جانگلوس" (جلد اول) کتاب پبلی کیشنز، کراچی، 1992ء، بار چہارم، ص 73

(4) شوکت صدیقی، "جانگلوس" (جلد اول) ص 201

(5) ایضاً۔۔۔ ص 221

(6) شوکت صدیقی، "جانگلوس" (جلد اول) ص 444

(7) ایضاً۔۔۔ 263

(8) ایضاً۔۔۔۔ 557